ڈاکٹر جمیل جالبی

بُرہانِ قاطع کا جھگڑا

کلکتہ والے ادبی معرکے میں مرزا غالبؔ نے مصلحتِ وقت دیکھ کر خاموشی ضرور اختیار کر لی تھی لیکن اس کی تلخی، طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود، اُن کے باطن میں موجود تھی۔ یہ اُن کا مزاج تھا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں مُلکی حالات اتنے بگڑے کہ گھر سے باہر نکلنا محال ہوگیا۔ غالب بھی اُس زمانے میں اپنے گھر میں بند ہو کر بیٹھ رہے۔ ہر طرف افراتفری تھی۔ اس زمانے میں انھوں نے دو کام کیے۔ ایک ''دستنبو'' لکھی جو حالاتِ غدر کا روزنامچہ ہے اور دوسرے ''برہان قاطع'' جس کا ایک نسخہ ان کے پاس تھا، اُسے پڑھتے رہے۔ دورانِ مطالعہ، جن لفظوں یا اُن کے معانی پر اُنھیں اعتراض یا اختلاف تھا، اُنھیں حاشیے پر درج کرتے گئے۔ بغاوت کے فرو ہونے کے بعد انھوں نے ''برہانِ قاطع'' کا مطالعہ جاری رکھا اور اپنے اعتراضات کو مسودہ کی صورت میں تیار کیا اور اس کا نام ''قاطع برہان'' رکھا۔ یہ سب کام ۱۸۶۰ء تک ختم ہو چکا تھا لیکن اس کے چھپنے کی نوبت ۱۸۶۲ء میں آئی۔ ''قاطع برہان'' جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے: ''تیسری چوتھی نظر کے بعد کاتب سے صاف کرائی گئی تھی۔''(1) قاطع برہان کا پہلا ایڈیشن جیسے ہی مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا' ہندوستان کے علمی حلقوں میں ایک ہل چل مچ گئی اور وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ مرتے دم تک غالبؔ اس سے پیچھا نہ چھڑا سکے۔ اس کے بعد ۱۸۶۵ء میں غالب نے، ترمیم و اضافہ کے بعد، اس کا نیا ایڈیشن ''درفش کاویانی'' کے نام سے شائع کیا۔ غالب نے اس ضخیم لغت (برہانِ قاطع) کے بہت ہی کم مندرجات پر اعتراض کیے تھے۔ بقول قاضی عبدالودود ''اُن لغات کا جو ''برہانِ قاطع'' میں ہیں پچاسواں حصہ بھی نہ ہوں گے اور اگر ''قاطع برہان'' سے وہ اصولی اعتراض، جن کی خواہ مخواہ تکرار ہوئی ہے اور وہ عبارات جن کی غرض محض استہزا ہے، نکال دی جائیں تو شاید ہی پچاس صفحوں سے زیادہ بچیں۔''(2) جب اپنی تالیف ''قاطع برہان'' غالبؔ نے اپنے خط کے ساتھ ٹی ایچ تھارنٹن، معتمد برائے حکومتِ پنجاب کو سرکاری کالجوں اور اسکولوں کے طلبہ کے نصاب میں شامل کرنے کے لیے بھجوائی تو ناظمِ تعلیمات عامہ نے اسے

Scanned by CamScanner

ماہرین کی رائے کے لیے بھجوا دیا جن میں کریم الدین، ڈپٹی انسپکٹر مدارس اور علمدار حسین پروفیسر عربی، گورنمنٹ کالج لاہور شامل تھے۔ کریم الدین نے ۲۸ ستمبر ۱۸۶۶ء کو یہ رائے دی کہ ''قاطع برہان'' کے مصنف نے ''برہان قاطع'' پر اعتراض کیے ہیں اور یہ اعتراض اس طور کے ہیں:

''یا تو یہ کہتا ہے کہ یہ لغت میں نے کہیں نہیں دیکھا، نہ پڑھا اور یا یہ کہتا ہے کہ اس لغت کے کئی معنی، جو ''برہان قاطع'' میں لکھے ہیں ان میں سے فلاں معنی ہرگز نہیں ہیں اور دلیل اس کی کہیں نہیں لاتا۔ اپنے تئیں جامع اللغات سمجھتا ہے اور اعتراض بہت برے طور سے کیے ہیں یعنی بعضے مقام پر تو صاف صاف گالیاں مصنف برہان قاطع کو دی ہیں۔۔۔۔ پس میرے نزدیک یہ کتاب بے فائدہ ہے البتہ ایک طرح فائدہ ہوتا کہ چند لغات، جن پر اُس نے اعتراض کیے تھے، اُن کو صحیح کر کے ''برہان قاطع'' کے آخر میں چھپوا دیتا اور یہ لکھ دیتا کہ یہ ایجاد میرا ہے۔''(3)

پروفیسر علمدار حسین نے مورخہ 27 ستمبر 1866ء کو اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا:

''اگر ''برہانِ قاطع'' کے 22322 لُغتوں میں سے صرف 284 پر اعتراض کیا گیا تو ان اعتراضوں سے نہ ''برہان قاطع'' کی بے اعتمادی اور منسوخیت لازم آتی ہے اور نہ اس کے مشہور مصنف کی جلالتِ شان اور فیض بخشی پر کچھ حرف آتا ہے---- علیٰ ہذا القیاس مرزا اسد اللہ خان صاحب کی اگر ستم ظریفی سے اغماض کیا جائے، جو انہوں نے مصنف کتاب ''برہانِ قاطع'' کے حق میں کی ہے تو ان کا یہ کام کہ انہوں نے اس کتاب کی تقریباً 284 غلطیوں پر ہم کو آگاہی بخشی ---- جو آگاہی بڑی بھاری تلاش کے بعد ہی حاصل ہوتی، تب ہی ممکن ہے کہ جب کہ ہم میں سے ہر ایک مرزا اسد اللہ خان صاحب بن جائے۔''(4)

غالب کی ''قاطع برہان'' پر جو اُودھم علمی حلقوں میں مچا اس کا ایک سبب یہ تھا کہ ''برہان قاطع'' ایک مستند لغت کے طور پر گذشتہ دو سو سال سے ہندوستان و ایران میں استعمال ہو رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ غالب نے استہزا کے ساتھ جو اعتراض برہان قاطع اور اس کے مصنف محمد حسین برہان تبریزی پر کیے تھے، ان کا انداز بیان نامناسب تھا۔ تیسرے یہ کہ غالب نے زیادہ تر اپنی ہی رائے پر تکیہ کیا تھا۔ قدیم لغات ان کے سامنے نہیں تھے اور انہوں نے قیاساً لکھ دیا تھا کہ ''برہان'' کے لغات کسی اور کتاب میں نہیں ملتے جس کا جواب ''برہان قاطع'' کے حامیوں نے دیا اور اس قیاس کو بے بنیاد بتا کر غلط ثابت

Scanned by CamScanner

کیا۔ دراصل لغت نویسی غالب کا کام نہیں تھا۔ بقول حافظ محمود شیرانی: ''غالب کوفنِ لغت اور اس کی روایات سے کچھ دل چسپی نہیں معلوم ہوتی۔''(5) ''برہان قاطع'' آج بھی ایرانی محققین استعمال کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ برہانِ قاطع میں محمد حسین تبریزی نے اپنے سے پہلے کی کم وبیش ساری لغات مثلاً دستور الافاضل (743 ھ)، صحاح الادویہ (آٹھویں صدی ہجری)، ادات الفضلا (822 ھ) زفان گویا (قبل 837 ھ)، بحرالفضائل (837 ھ)، فرہنگ جہانگیری (1017 ھ) وغیرہ وغیرہ سے الفاظ و معانی لے کر، تہجی ترتیب سے اسے ایسے مرتب کیا کہ اہل علم اس سے آسانی کے ساتھ استفادہ کرسکیں۔ بقول حافظ محمود شیرانی، محمد حسین برہان تبریزی کی حیثیت ایک ''ناقل اور مرتب'' کی ہے۔خود برہان تبریزی نے یہی لکھا ہے کہ اُن کی حیثیت موجد کی نہیں بلکہ مدوّن کی ہے۔

فارسی زبان کے تعلق سے غالب اہلِ زبان نہیں تھے۔ فارسی زبان پر انھیں پوری طرح عبور حاصل تھا لیکن اس قدرت کے باوجود ضروری نہیں ہے کہ انھیں ہر لفظ کے سارے معانی بھی معلوم ہوں۔ صاحب برہان قاطع نے مختلف لُغات سے الفاظ و معانی لے کریکجا و مرتب کیے تھے۔تصحیفات اور ہزوارش الفاظ بھی انھوں نے مختلف لُغات سے جوں کے توں لے کر، تحقیق کے بغیر، برہان میں درج کیے تھے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے خود برہان تبریزی نے تحقیق نہیں کی اور لفظوں کو ویسے ہی شامل کرلیا جس طرح وہ ان کے پیش رو کی لُغات میں موجود تھے۔ پروفیسر نذیر احمد کا بھی یہی خیال ہے کہ ''بُرہان کے مندرجات موید الفضلا سے حرفاً حرفاً لے لیے گئے ہیں اس بنا پر صاحب برہان پر کوئی ایراد نہیں کرسکتا۔(6) اور لکھا ہے''اگرچہ قاطع برہان میں مطالعے کی کمی کا نقص قدم قدم پر موجود ہے مگر اس کے باوجود یہ کتاب غالب کی طباعی اور ان کی بے پناہ قوتِ تخلیق پر دلالت کرتی ہے --- وہ بڑے حساس انسان تھے۔کوئی بات اپنے مزاج کے خلاف برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اگر کوئی امر خلاف طبع واقع ہوتا تو اُن کا ردِعمل نہایت شدید ہوتا۔''(7) خود غالب نے ''درفشِ کاویانی'' میں لکھا ہے''مجھے سخن (کلام) کا بڑا پاس ہے۔ جھوٹ سے چڑتا ہوں۔ اس بنا پر جامع برہان قاطع کو برا کہتا ہوں لیکن میرا انداز ظریفانہ اور حریفانہ ہے۔ بذلہ گوئی اور لطیفہ سنجی سے کام لیتا ہوں۔ نامردوں اور کمینوں کی طرح گالی اور فحش کلامی پر نہیں اُترتا ہوں۔''(8)

''قاطع برہان'' کے مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اپنے خون میں شامل سپاہیانہ مزاج اور کلکتہ کے ادبی معرکے کے پس منظر میں وہ لغت کی بحث میں پڑے اور چونکہ اُن کا

Scanned by CamScanner

مطالعۂ لغات محدود تھا اس لیے اس بحث میں وہ اس بری طرح الجھے کہ خود ان کی [illegible] عمر کے آخری سالوں میں جب کہ وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا تھے، وہ ہر طرف کی یلغار سے بدحال ہو گئے۔ دراصل ''قاطع برہان'' میں غالب نے استہزا کا جو لہجہ اختیار کیا تھا وہی لہجہ ان کتابوں، رسالوں وغیرہ میں در آیا جو اس کے جواب میں لکھی گئی تھیں اور اس طرح اس ساری بحث کا رخ ذاتیات کی طرف ہو گیا۔ غالب کے اس استہزائیہ انداز و لہجہ کو سمجھنے کے لیے یہ چند مثالیں دیکھیے۔

برہان قاطع میں ''دب'' کے معنی خرس (ریچھ) کے بھی دیے گئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ریچھ کا خون ایسے شخص کو، جس کو نیا نیا جنون ہوا ہو، پلا دیا جائے تو وہ اچھا ہو جائے۔ غالب نے ''قاطع برہان'' میں لکھا ''مجھے اس بے عقل ناقل (محمد حسین برہان تبریزی) کی بے کسی پر بڑا ترس آتا ہے۔ کیا اُس کے ہمدردوں اور غم خواروں میں کوئی ایسا نہ تھا کہ جب اس بے چارے نے برہان قاطع لکھنے کا ارادہ کیا اور وہ اس کے جنون کا پیش خیمہ تھا تو ریچھ کا خون اس کے گلے میں ٹپکا دیتا، ناک میں ڈال دیتا اور تلوے پر مل دیتا جس سے اس کا مرض جنون جاتا رہتا اور وہ اس طرح ہذیان نہ بکتا۔''(9)

اسی طرح غالب کے انداز و لہجہ کو سمجھنے کے لیے یہ دو مثالیں اور دیکھیے جس کی وجہ سے بستر مرگ پر انہیں گالیاں سننی پڑیں۔ ''قاطع برہان'' میں غالب نے لکھا:

۱۔ تا چہ دیدہ است کہ خایۂ مرغ فہمیدہ است''(10)

۲۔ ''نیز نام آلت تناسل می گیرد، گوئی بر جا ہمیں عضو را می بیند۔''(11)

ایک اردو خط میں ہرگوپال تفتہ کو لکھتے ہیں۔ میں ''برہان قاطع'' کا خاکہ اُڑا رہا ہوں۔ چار شربت (تصنیف قتیل) اور ''غیاث اللغات'' کو حیض کا لتہ سمجھتا ہوں۔ ایسے گم نام چھوکرے سے کیا مقابلہ کروں گا۔''(12)

غالب نے جو اعتراض کیے ہیں ان میں سے اکثر صحیح نہیں ہیں۔ ہم یہاں دو مثالیں پیش کرتے ہیں:

(الف) قاطع برہان میں لکھا ہے کہ ''آب چین'' باجیم فارسی بروزن آستین، پارچۂ جامہ را گویند کہ بدنِ مردہ رابعداز غسل دادن بداں خشک سازند''

غالب کا اعتراض یہ تھا کہ پارچۂ جامہ کے بجائے پارچہ یا جامہ کہنا چاہیے۔ مردے کے بدن پونچھنے کی قید غلط ہے۔ آب چین رومال کے مترادف ہے۔

Scanned by CamScanner

ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے۔ پارچہ بمعنی ٹکڑا اور جامہ بمعنی کپڑا۔ آب چین کپڑے کا ٹکڑا ہے۔ پارچہ گوشت کا بھی ہوسکتا ہے، اسی لیے برہان نے پارچہ جامہ جو اہل ہند کی فارسی ہے لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ آب چین کے جو معنی برہان نے درج کیے ہیں وہ صحیح ہیں۔ فرہنگ جہانگیری (1017ء) میں اس کے یہی معنی دیے ہیں۔ برہان نے یہ معنی وہیں سے لیے ہیں۔ فردوسی کے اس شعر سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آب چین کا تعلق میت سے ہے:

به پیمان که چیزے نخواہی زمن　　ندارم بمرگ آب چین وکفن

اور اسدی کے اس شعر سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے:

بپوشم بآئین بجامہ عجم　　کفن و آب چین و بکافور ہم (13)

پروفیسر نذیر احمد نے ''برہان قاطع'' کا دوسری لغات سے مطالعہ کرکے یہ واضح کیا ہے کہ برہان نے عام طور پر معنی کے بیان کرنے میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ ایک اور مثال لیجیے۔

(ب)　''برہان قاطع'' میں ''آدر'' کے یہ معنی دیے ہیں:

''آدر: بفتح ثالث بروزن مادر بمعنی آذر است کہ آتش باشد''

غالب کا اعتراض یہ تھا: ''چوں آدر بفتح ثالث گفت بروزن مادر چرا گفت؟ اگر ہم چنیں بایستی گفت، چادر می گفت۔ چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بے حیائی است، ظرافت پیش کش۔ شرح ایں لفظ موافق عقیدۂ لفاظ چنیں می بایست کہ آدر آتش را گویند وآں را بذال نقطہ دار نیز نویسند۔ دیگر درتحت بحث اسم آذر بذال شخذ کہ فصلے جداگانہ ساز کردہ است، سخن از اندازہ افزوں تر دراز کردہ است، من می گویم کہ آذر بذال منقوطہ زنہار نیست و در نامِ ماہ و نام روز کہ آذر بذال می نویسند ہمہ زائے ہوز درکاراست''

ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے بعد غالب نے ذال فارسی کے وجود سے انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دبیرانِ عجم دال (ابجد) کے اوپر نقطہ لگا دیا کرتے تھے۔ اس سے لوگوں نے دھوکا کھایا اور دال کو ذال پڑھنے لگے۔'' (14) آدر بروزن چادر کے سلسلے میں نذیر احمد نے لکھا ہے کہ ''چادر کے مروجہ ایرانی تلفظ میں ''د'' مضموم ہے جب کہ آدر میں دال مفتوح ہے۔ اس لیے آدر کے ہم وزن کے لیے مادر کی مثال زیادہ صحیح ہے۔۔۔ غالب ذالِ فارسی کے منکر تھے حالانکہ اس کے وجود سے انکار گویا بدیہات سے انکار کے مترادف ہے۔ حافظ شیرازی (متوفی 792ھ) نے ''امید جود'' سے تاریخ

764ھ نکالی ہے۔ اسے اگر ''امید جود'' پڑھا جائے تو تاریخ 68 ہو جاتی ہے، جو غلط ہوگی۔ حافظ کا وہ شعر یہ ہے:

تا کس امیدِ جود ندارد دگر زکس آمد حروف سال و فاتش امیذ جود

ابن عین نے دال اور ذال میں امتیاز کرنے کے لیے قطعہ کہا تھا:

تعین دال و ذال کہ در مفردی فتد زالفاظ فارسی بشنوزانکہ مبہم است
حرف صحیح وساکن اگر پیش از و بود دال است، ہر چہ ہست جزایں ذال معجم است'' (15)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ غالب لغات کی بحث میں اپنے مزاج کی وجہ سے الجھے رہے اور اسی لیے قدم قدم پر اُن سے چوک ہوئی۔ پھر اتنی ضخیم لغت کے ایک بہت ہی تھوڑے سے حصے پر وہ طنز وتعریض کے تیر برساتے رہے۔ ممکن ہے اس بحث سے وہ یہ چاہتے ہوں کہ اُن کی فارسی دانی کا سکہ چاردانگِ عالم میں جم جائے۔

''نقد قاطع برہان'' اس بحث کے مطالعے کے لیے سب سے وقیع کتاب ہے۔ ساتھ ہی قاضی عبدالودود کا طویل مضمون: ''غالب بحثیت محقق'' سے بھی غالب کی لغت نویسی کا معیار سامنے آجاتا ہے۔ غالبؔ فارسی گویوں میں اپنے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور اس میں اس لیے شک نہیں کیا جاسکتا کہ فارسی شاعر کی حیثیت سے اس دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ خود کو اہل زبان تو نہیں سمجھتے تھے لیکن اپنی زبان دانی کے مقابلے میں کسی کو نہیں گردانتے تھے۔ کلکتہ کے معرکے نے بھی اسی ''غرور'' کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔ ''برہان قاطع'' کا قضیہ بھی اسی کا نتیجہ تھا۔ ''قاطع برہان'' کا جب پہلا ایڈیشن 1862ء میں شائع ہوا تو برسوں پرانا یہ تنازع دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوا اور ''قاطع برہان'' کے انداز تحریر، استہزا وطنز نے اس سارے تنازع کے رُخ کا تعین کردیا تھا۔ غالب کی ''قاطع برہان'' کے جواب میں مندرجہ ذیل کتابیں اور رسالے شائع ہوئے:

(ا) محرّق قاطع برہان (فارسی) از سید سعادت علی، مطبوعہ احمدی، شاہدرہ 1280ھ/1864ء

اپنے ایک خط بنام میر حبیب اللہ ذکا مورخہ 28 نومبر 1864ء میں غالب نے لکھا کہ ''محرّق کو دیکھ کر جانو گے کہ مؤلف اس کا احمق ہے اور جب وہ احمق دافع ہذیان اور سوالات عبدالکریم اور لطائف غیبی کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا اور محرّق کو دھونہ ڈالا تو معلوم ہوا کہ بے حیا بھی ہے۔'' (16) اسی زمانے میں میر غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام بھی ایک خط لکھا اور انہیں اس کا جواب لکھنے کے لیے کہا۔ خط کے

Scanned by CamScanner

لہجے سے پتا چلتا ہے کہ ''محرق'' نے اُن کے وجود کو کچھ دیر کے لیے ہلا کر رکھ دیا ہے۔

(۲) ساطع برہان (فارسی) از مرزا رحیم بیگ رحیم میرٹھی۔ مطبع ہاشمی، میرٹھ 1283 ھ ۔ غالب نے اپنے ایک خط بنام میاں داد خاں سیاح میں لکھا ہے ''وہ جو ایک اور کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے وہ ایک لڑکے پڑھانے والے ملائے مکتب دار کا خبط ہے۔ رحیم بیگ اس کا نام، میرٹھ کا رہنے والا۔ کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے۔ باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے۔ اس کی تحریر میں نے دیکھی۔ تم کو بھیجوں گا۔ مگر ایک بڑے مزے کی بات ہے کہ اس میں بیشتر وہ باتیں ہیں جن کو 'لطائف غیبی' میں رد کر چکے ہو۔ بہ ہر حال اس کے جواب کی فکر نہ کرنا۔''(17)

(۳) قاطع القاطع (فارسی) از امین الدین دہلوی، مطبع مصطفائی دہلی 1283 ھ ۔ یہ کتاب 1281 ھ میں مکمل ہو گئی تھی جیسا کہ تاریخ ترتیب کے لفظ ''فراغ'' سے 1281 ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس کا حوالہ ''محرّق قاطع برہان'' میں بھی ملتا ہے جو 1280 ھ میں چھپ چکی تھی۔ یہ وہی امین الدین دہلوی ہیں جن کے خلاف غالب نے ایک مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی 1867ء میں دائر کیا تھا۔

(۴) مؤید برہان (فارسی) از آغا احمد علی احمد، مطبع مظہر العجائب کلکتہ 1282 ھ/ 1866ء اپنے ایک خط مورخہ 14 مارچ 1867ء بنام میر حبیب اللہ ذکاؔ میں غالب نے لکھا: ''موید برہان میرے پاس بھی آ گئی ہے اور میں اس کی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے پاس بھیجوں گا۔ شرط مودت بشرط آنکہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو، یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب لکھو۔ میرے بھیجے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جانو درج کر دو۔ میں اب قریبِ مرگ ہوں۔ غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی۔ بہتر برس کی عمر۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔''(18)

18 مارچ 1867ء کو غالب نے پھر لکھا: ''بندہ نواز! میں نے لکھا کہ موید برہان میرے پاس آ گئی ہے اور میں اس کے اعتراضات کے جواب بہ نشانِ صفحہ و سطر کا ایک تختہ کاغذ پر لکھ رہا ہوں۔ بعد تمام نگارش تمہارے پاس اس مراد سے بھیجوں گا کہ تم ازراہ عنایت ''موید'' کا جواب لکھو۔ میری نگارش جو پسند آئے اس کو بھی جا بجا درج کر دو۔ تم نے اس درخواست کا جواب ہاں نا کچھ نہ لکھا۔ اب عنایت فرما کر ان تینوں کا جواب لکھیے۔''(19)

Scanned by CamScanner

(۵) ہنگامۂ دل آشوب (فارسی) مطبوعہ آرہ ۵ ذالحجہ ۱۲۸۳ھ/ ۱۱ اپریل ۱۸۶۷ء مالک رام نے لکھا ہے کہ ''موید برہان'' کے مصنف مولوی احمد علی احمد کے نام اُن کی کتاب کی اشاعت سے پہلے غالب نے ۳۱ شعر کا ایک قطعہ فارسی زبان میں لکھ کر بھیجا۔ احمد علی نے ایک قطعہ لکھا اور اپنے ایک شاگرد عبدالصمد سلہٹی کے نام سے شائع کردیا۔ اس کے جواب میں مرزا غالب کے دو شاگردوں سید محمد باقر علی باقر آروی اور خواجہ سید فخر الدین حسین سخن دہلوی نے اسی زمین میں دو قطعے لکھے۔ یہ چاروں قطعے (کُل سولہ صفحات) منشی سنت پرشاد نے اپنے مطبع واقع آرہ سے 11 اپریل 1867ء کو شائع کیے۔''(20)

(۶) تیغ تیز تر (فارسی) مطبوعہ مطبع نبوی 1284ھ/ 1867ء باقر آروی اور سخن دہلوی کے قطعات کے جواب میں عبدالصمد سلہٹی نے ایک اور قطعہ لکھا اور یہ پانچوں قطعے (چار وہ جو ''ہنگامۂ دل آشوب'' میں شائع ہو چکے تھے اور ایک نیا) اس کتاب میں شامل کر کے اسے مطبع نبوی کلکتہ سے چھپوا کر ''تیغِ تیز تر'' کے تاریخی نام سے شائع کردیا۔

(۷) ہنگامہ ٔدل آشوب (حصہ دوم) مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ 1867ء بحث چونکہ بہت پھیل اور بڑھ چکی تھی اور مختلف لوگ مرزا غالب کی مخالفت وحمایت میں لکھ رہے تھے۔ منشی سنت پرشاد کے مطبع سے جہاں اسی نام سے ایک کتابچہ چھپ چکا تھا ایک اور مجموعہ ''ہنگامۂ دل آشوب'' حصہ دوم کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں جواہر سنگھ جوہر لکھنوی شاگرد ناطق مکرانی کا وہ قطعہ بھی شامل تھا جو انہوں نے آغا احمد علی کی حمایت اور مرزا کی مخالفت میں لکھا تھا اور وہ قطعات بھی جو باقر آروی اور سخن دہلوی نے جوہر لکھنوی اور عبدالصمد سلہٹی کے قطعوں کے جواب میں لکھے تھے۔ اس میں میر آغا علی شمس لکھنوی کا وہ مضمون بھی شامل ہے جو 25 جون 1867ء کے اودھ اخبار میں شائع ہوا تھا جس میں شمس لکھنوی نے مرزا کے بعض اشعار پر اعتراض کیے تھے۔ اس کا جواب سخن دہلوی نے اردو نثر میں اور باقر آروی نے فارسی نثر میں دیا تھا جس میں قتیل کے کلام پر اعتراضات بھی شامل ہیں۔ یہ بھی اس مجموعے میں شامل ہیں۔ ادھر منشی محمد امیر، امیر لکھنوی نے غالب کی حمایت میں اردو قطعہ لکھ کر اودھ اخبار لکھنؤ میں شائع کیا۔ یہ مجموعہ ان پانچوں قطعات اور دونوں نثری مضامین پر مشتمل ہے اور 25 جمادی الاول 1284ھ/ 25 دسمبر 1867ء کو آرہ (بہار) سے شائع ہوا۔ (21)

(۸) شمشیر تیز تراز آغا احمد علی احمد، مطبع نبوی کلکتہ 1868ء امداد علی مفتون کے قطعہ تاریخ طباعت کے الفاظ: ''ترکی وادہ جواب ترکی'' سے 1386ھ برآمد ہوتے ہیں۔ غالب کا انتقال 1285ھ / 1869ء میں ہوا۔ اس میں مولوی آغا احمد علی احمد صاحب موید برہان نے غالب کے اُن اعتراضات کے جواب دیے ہیں جو قاطع برہان کے نئے ایڈیشن ''درفش کاویانی'' مطبوعہ 1865ء میں شامل تھے۔ یہ اس سلسلے کی گویا آخری تالیف تھی اور اسی کے ساتھ ''قاطع برہان'' (1862ء) کی اشاعت کے بعد جو علمی ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ وہ ''شمشیر تیز تر'' کے ساتھ ختم ہوگیا۔ فارسی زبان کے تعلق سے ہندوستان کی سرزمین پر اُٹھنے والا یہ آخری تنازع تھا۔

علمدار حسین پروفیسر عربی، گورنمنٹ کالج لاہور نے جو رپورٹ ''قاطع برہان'' کے بارے میں حکومتِ پنجاب کو بھیجی تھی اس میں ''ضاربِ سیفِ قاطع'' نامی کتاب / کتابچہ کا نام بھی آیا ہے۔(22) یہ تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔ ممکن ہے یہ نام صحیح نہ ہو۔

غالب کی وفات کے بعد یہ بحث ختم ہوگئی اور تاریخ کی جھولی میں جاگری لیکن غالب کے حوالے سے یہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔

ع حق مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا

حواشی

۱۔ عودِ ہندی، اسد اللہ خان غالب، ص ۴۹، مطبع مجتبائی میرٹھ 1868ء

۲۔ نقدِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد میں مشمولہ مضمون ''غالب بحیثیت محقق'' از قاضی عبدالودود، ص 328 ' انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ 1956ء

۳۔ Official Record on Ghalib, P. 259, Punjab Govt. Archives "B" Proceeding No. 33/39 of December 1866 Published by National Language Authority, Islamabad 1997

۴۔ ایضاً ص 267 ۵۔ نقدِ غالب، محولہ بالا ص 369

۶۔ نقد قاطع برہان، ڈاکٹر نذیر احمد، ص ۱۸، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی 1985ء

۷۔ ایضاً ص 9 ۸۔ ایضاً ص۔ 10

۹۔ ایضاً ص ۱۱ اور فارسی عبارت از ''قاطع برہان'' مرزا غالب، مرتبہ قاضی عبدالودود، ص۔ 80 پٹنہ

۱۰۔ قاطع برہان، مرزا اسد اللہ خان غالب، مرتبہ قاضی عبدالودود، ص 22، پٹنہ

۱۱۔ ایضاً ص 42

۱۲۔ خطوطِ غالب (جلد اول) مرتبہ غلام رسول مہر، ص 111، پنجاب یونیورسٹی لاہور 1969

۱۳۔ نقد قاطع برہان، نذیر احمد، ص 13۔ 14، نئی دہلی 1985

۱۴۔ ایضاً ص 22 ۱۵۔ ایضاً ص 22۔ 23

۱۶۔ خطوط غالب (جلد دوم) مرتبہ غلام رسول مہر، ص 705، لاہور 1969

۱۷۔ ایضاً ص 679۔ 680 ۱۸۔ ایضاً ص 715۔ 716۔ ۱۹۔ ایضاً ص 716-717

۲۰۔ ذکر غالب، مالک رام، ص 178۔ 179 مکتبہ جامعہ دہلی، 1967، ۲۱۔ ایضاً ص 180

۲۲۔ Punjab Govt. Archives "B", Proceedings No. 38/39 dated December 1866, Published by N.L.A. Islamabad, 1997

Scanned by CamScanner